سوال

(223) بیعت کرنے کا طریقہ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بیعت کا جو عام طریقہ صوفیوں میں جاری ہے کیا اس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ بیعت کرتے تھے؟ اور جو صرف کتاب وسنت پر عامل ہو اس کی اصلاح باطن ہو جاتی ہے یا صوفیوں کا محتاج ہونا پڑتا ہے او اخیر نزع کے وقت امداد کر کے ایمان پر خاتمہ کراتے ہیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

بیعت کی کئی قسمیں ہیں مثلاً :

(1) بیعت خلافت۔

(2) بیعت الاسلام۔

(3) بیعت ہجرت وجہاد۔

(4) بیعت ثبات وتوثق فی الجہاد

(5) بیعت تمسک بحبل التقویٰ یا

(6) بیعت توبہ وترک معاصی وپابندی احکام شرعیہ۔

(7) بیعت ارادہ برائے حصول مقامات عرفان وصول منازل احسان۔

پہلی چار قسموں کے جواز میں کوئی شبہ ہی نہیں۔ پانچویں قسم یعنی : بیعت توبہ بھی جائز اور مباح ہے۔ واجب اور فرض نہیں ہے آں حضرت ﷺ نے حضرت جریر سے محافظت نماز ادائیگی زکوۃ اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کی بیعت لی تھی۔ اور 8ھ میں سورۃ ممتحنہ کے نزول اور فتح مکہ کے بعد مدینہ میں انصار ومہاجرین کی ایک جماعت سے ان امور پر بیعت لی جو بیعۃ

النساء والی آیت میں مذکور ہیں۔ (بخاری وغیرہ) اور فقراء مہاجرین سے اس امر پر بیعت لی کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھلائیں اور نہ کچھ مانگیں ابن ماجہ

(2) اور عورتوں سے ترک نوحہ کی بیعت لی بخاری وغیرہ اور ظاہر ہے کہ ان حدیثوں میں جس بیعت کا ذکر ہے وہ نہ بیعت خلافت وامارت تھی نہ بیعت اسلام نہ بیعت ہجرت وجہاد بلکہ بیعت توبہ وعزم ترک ومعاصی وپابندی احکام شرعیہ تھی۔ یا یوں کہئے کہ بیت تمسک بالسنہ واجتناب عن البدعۃ والتزام طاعات تھی۔ خلاصہ یہ کہ یہ محض استیثاق عہد تھا اور اس سے مقصود تزکیہ واصلاح تھا۔ رہا یہ شبہ کہ آں حضرت ﷺ مسلمانوں کے امیر اور بادشاہ اور خلیفہ اللہ فے الارض تھے۔ اس لیے مسلمانوں سے آپ کی ہر بیعت بحثیت خلیفۃ اللہ فے الارض اور امیر وبادشاہ ہونے کے تھی پس خلفاء اور امرا مسلمین کے لیے ہی بیعت جائز اور مباح ہوگی۔ نہ علماء اور شیوخ کے لیے۔

سو واضح ہو کہ یہ شبہ بے موقع اور بے محل ہے۔ اس لیے کہ آں حضرت ﷺ کی دو حیثیتیں تھیں ایک خلیفہ اللہ فے الارض ہونے کی۔ اور دوسری: عالم اور معلم کتاب وسنت اور مزکی امت ہونے کی پس علی جہۃ الخلافۃ والامارۃ جو بیعت لی ہو وہ خلفاء کے لیے مشروع ہوگی اور کتاب وسنت کا معلم اور امت کا مزکی و مصلح ہونے کی جہت سے جو بیعت لی ہوگی وہ علماء کاملین کے لیے مشروع ومباح ہوگی اور ان جہتوں میں امتیاز امور متعلقہ بیعت کے ذریعہ کیا جائے گا۔

خلفاء راشدین کے زمانے میں یہ بیعت توبہ اس لیے متروک ہوگئی کہ بنے اندر کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ صرف حد جواز واباحت میں ہے۔ بعض حالالت مین اس کا کرنا بہتر ہوجاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں صحابہ بکثرت موجود تھے اور وہ روسول اللہ ﷺ کی صحبت سے نورانی ہوچکے تھے۔ ان کا حال قال سے بڑھا ہوا تھا۔ عام حالات نے اس سے مستغنی کردیا تھا۔ ان کو تزکیہ واصلاح حال کے لیے خلفاء کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرنے ی ضرورت ہی نہیں تھی۔ عام حالات سدھر ہوئے ہوں تو یہی اصلاح کے لیے کافی ہے۔ قول عہد ومعاہد کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور خلفائے راشدین کے بعد کے زمانوں میں غیر خلیفہ کے ہاتھ پر اس بیعت کا رواج اس لیے نہیں تھا کہ بیعت خلافت کا گمان ہونے کی وجہ سے بغاوت کا الزام ارو پھر فتنہ کا اندیشہ تھا۔

رسو اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی اس کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے صرف بیان جواز کے لیے کیا تاکہ کبھی موقعہ ہو تو اس پر عمل کرلیا جائے بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب تو لکھتے ہیں ومما لاشک فیہ ولاشبہ انہ اذا ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل علی سبیل العبادۃ والعتمام بشانہ فانہ لاینزل عن کونہ سنۃ فی الدین (القول الجمیل ص: 8)

بہر حال اس بیعت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ آج کل پیری مریدی کے سلسلہ میں اہل بدع کا عوام پر جو اثر ہے سب پر کھلا ہوا ہے۔ اس مہلکہ سے عوام کو نکالنے کے لیے بڑا ذریعہ یہی بیعت توبہ ہے۔ اس لیے اس کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ کام ہر کس وناکس کا نہیں ہے بلکہ شیخ کامل کے ہے۔ کیوں کہ اس کی عملی زندگی لوگوں پر اثر انداز ہوگی اور پھر شیخ کامل لھی اس کی تتا نہ کرے نہ اپنے آپ دعوے دے ہاں لوگ کسی کی طرف رجوع کریں اور مرجوع الیہ شخص پورا محتاط ہو۔ اہل بدع کی طرح اس کو ذریعہ معاش نہ بنائے ئی ار اپنے اندر اس عباء ثقیل کے اٹھانے کی صلاحیت پاتا ہو تو اس امر کی طرف قدم اٹھائے ورنہ اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالے۔ یہ کام بری ذمہ داری کا ہے۔

صوفیوں کے یہاں بیعت کے متوارث طریقے تین ہیں:

(1) بیعت توبہ۔ جس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔

(2) بیعت تبرک یعنی: برکت حاصل کرنے کا قصد سے سلسلہ سند حدیث کی طرح سلسلہ میں صلحاء میں دخول وشمول کی بیعت کہ صوفیہ کے نزدیک یہ بیعت برکت کے حصول کا باعث ہے۔

(3) وہ بیعت جو تمام علائق دنیاوی سے تعلق توڑ کر صرف اللہ سے تعلق قائم کرنے اور قلب کو صرف اسی کے ساتھ وابستہ کرلینے اور ظاہر وباطن ہر حالت میں مہیات سے کلی اجتناب اور اوامر کے امتثال اور دائمی مجاہدہ وریاضت کے لیے اختیار کی جائے بلفظ دیگر بیعت ارادت جو حصول مقامات عرفان اور وصول منازل احسان کی غرض سے عمل میں لائی جاتی ہے۔

دوسری قسم یعنی : بیعت تبرک بے اصل ہے۔ اس قسم کے سلسلہ بیعت کی سند نہیں ملتی۔ حضرت علی کے حضرت حسن بصری کو خرقہ پہنانے کا قصہ بے اصل اور غلط محض ہے۔ حسن بصری کا حضرت علی لقاء سماع ثابت ہی نہیں۔

لم يثبت عند النقاد المهرة سماع الحسن البصری من علی بن ابی طالب كما ذهب اليه علی بن المدينی وابوزرعة والترمذی وابن ابی حاتم والبزاز وغيره قال الامام عبدالرحمن بن ابی حاتم فی المراسيل (ص :32) سُئِلَ أَبُوزُرْعَةَ لَقِيَ الْحَسَنُ أَحَدًا مِنَ الْبَدْرِيِّينَ قَالَ رَآهُمْ رُؤْيَةً رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَلِيًّا قُلْت سَمِعَ مِنْهُمَا حَدِيثًا قَالَ لَا وَكَانَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيّ يَوْمَ بُويِعَ لِعَلِي رَضِیَ اللهُ عَنهُ ابْنَ أَرْبَعِ عَشْرَةَ وَرَأَى عليا بِالْمَدِينَةِ ثُمَّ خرج عَلِيّ إِلَى الْكُوفَةِ وَالْبَصْرَةِ ولم يلقه الْحَسن بعد ذلك وَقَالَ الْحَسَنُ رَأَيْتُ الزُّبَيْرَ يُبَايِعُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ج رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ 93- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيّ الْحَسَنُ لَمْ يَرَ عَلِيًّا إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَآهُ بِالْمَدِينَةِ وَهُوَ غُلَامٌ

وقال الترمذی فی باب ماجاء من لايجب عليه الحد : وَلَا نَعْرِفُ لِلْحَسَنِ سَمَاعًا مِنْ عَلِيّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الحَدِيثُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ عَلِيّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنِ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا الحَدِيثِ وَرَوَاهُ الأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوفًا وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا الحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ

قَدْ كَانَ الحَسَنُ فِي زَمَانِ عَلِيٍّ وَقَدْ أَدْرَكَهُ، وَلَكِنَّا لَا نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِنْهُ، وَأَبُو ظَبْيَانَ اسْمُهُ حُصَيْنُ بْنُ جُنْدُبٍ

وقال السخاوی فی المقاصد الحسنة : قال شيخنا (الحافظ ابن حجر) ثم إن من الكذب المفترى قول من قال : إن عليا ألبس الخرقة الحسن البصري، فإن أئمة الحديث لم يثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا عن أن يلبسه الخرقة، ولم يتفرد شيخنا بهذا، بل سبقه إليه جماعة حتى من لبسها وألبسها كالدمياطی والذهبی والهكاري وأبي حيان والعلائی ومغطاي والعراقی وابن الملقن والأبناسی والبرهان الحلبی وابن ناصر الدين، وتكلم عليها فی جزء مفرد، وكذا أفردها غيره ممن توفی من أصحابنا،

واعظم مايستدل به علی اثبات سماع الحسن البصری من علی رواية ابی يعلی الموصلی فقد قال العلامة جلال الدين السيوطی فی اتحاف الفرقة برفع الخرقة والشيخ ابراهيم الكردی الكورانی المدنی فی رسالته المسماة بتنوير الافهام بتفير الاوهام والشيخ محمد عابد السندي فی حصر الشارد قال الحافظ ابن حجر حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو سَهْلٍ يُوسُفُ بْنُ عَطِيَّةَ الصَّفَّارُ قَالَ : سَمِعْتُ ثَابِتًا يَقُولُ : قَالَ أَنَسٌ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَوْ آخِرُهُ محمد بن حسن الصيرفی : نص صريح فی سماع الحسن من علی رجاله ثقات حوثره وثقه ابن حبان وعقبه وثقه احمد بن حنبل وابن معين انتهى وَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الرَّاوِي جَرْحٌ وَلَا تَعْدِيلٌ، وَكَانَ كُلٌّ مِنْ شَيْخِهِ وَالرَّاوِي عَنْهُ ثِقَةً، وَلَمْ يَأْتِ بِحَدِيثٍ مُنْكَرٍ فَهُوَ عِنْدَهُ ثِقَةٌ، وَفِي كِتَابِ الثِّقَاتِ لَهُ كَثِيرٌ مِمَّنْ هَذِهِ حَالُهُ

وَلِأَجْلِ هَذَا رُبَّمَا اعْتَرَضَ عَلَيْهِ فِي جَعْلِهِمْ مِنَ الثِّقَاتِ مَنْ لَمْ يَعْرِفِ اصْطِلَاحَهُ، وَلَا اعْتِرَاضَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ لَا يُشَاحُّ فِي ذَلِكَ].

قُلْتُ : وَيَتَأَيَّدُ بِقَوْلِ الْحَازِمِيّ : ابْنُ حِبَّانَ أَمْكَنُ فِي الْحَدِيثِ مِنَ الْحَاكِمِ، وَكَذَا قَالَ الْعِمَادُ بْنُ كَثِيرٍ : قَدِ الْتَزَمَ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ الصِّحَّةَ، وَهُمَا خَيْرٌ مِنَ (الْمُسْتَدْرَكُ) بِكَثِيرٍ، وَأَنْظَفُ أَسَانِيدَ وَمُتُونًا، وَعَلَى كُلِّ حَالٍ فَلَا بُدَّ مِنَ النَّظَرِ لِلتَّمْيِيزِ انتهی

قال السخاوی ايضا فی باب معرفة من تقبل روايته ومن ترد ما نصه : وَهُوَ لَازِمُ كُلِّ مَنْ ذَهَبَ إِلَى أَنَّ رِوَايَةَ الْعَدْلِ بِمُجَرَّدِهَا عَنِ الرَّاوِي تَعْدِيلٌ لَهُ، بَلْ عَزَا النَّوَوِيُّ فِي مُقَدِّمَةِ شَرْحِ مُسْلِمٍ لِكَثِيرِينَ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ الِاحْتِجَاجَ بِهِ

وَكَذَا ذَهَبَ ابْنُ خُزَيْمَةَ إِلَى أَنَّ جَهَالَةَ الْعَيْنِ تَرْتَفِعُ بِرِوَايَةِ وَاحِدٍ مَشْهُورٍ وَإِلَيْهِ يُومِئُ قَوْلُ تِلْمِيذِهِ ابْنِ حِبَّانَ : الْعَدْلُ مَنْ لَمْ يُعْرَفْ فِيهِ الْجَرْحُ ; إِذِ التَّجْرِيحُ ضِدُّ التَّعْدِيلِ، فَمَنْ لَمْ يُجَرَّحْ فَهُوَ عَدْلٌ حَتَّى يَتَبَيَّنَ جَرْحُهُ، إِذْ لَمْ يُكَلَّفِ النَّاسُ مَا غَابَ عَنْهُمْ وَقَالَ فِي ضَابِطِ الْحَدِيثِ الَّذِي يُحْتَجُّ بِهِ مَا مُحَصَّلُهُ : إِنَّهُ هُوَ الَّذِي تَعَرَّى رَاوِيهِ مِنْ أَنْ يَكُونَ مَجْرُوحًا، أَوْ فَوْقَهُ مَجْرُوحٌ، أَوْ دُونَهُ مَجْرُوحٌ، أَوْ كَانَ سَنَدُهُ مُرْسَلًا أَوْ مُنْقَطِعًا، أَوْ كَانَ الْمَتْنُ مُنْكَرًا، فَهَذَا مُشْعِرٌ بِعَدَالَةِ مَنْ لَمْ يُجَرَّحْ مِمَّنْ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ إِلَّا وَاحِدٌ

وَيَتَأَيَّدُ بِقَوْلِهِ فِي ثِقَاتِهِ : أَيُّوبُ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَنْهُ مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ : لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ، وَلَا ابْنُ مَنْ هُوَ؟ فَإِنَّ هَذَا مِنْهُ يُؤَيِّدُ أَنَّهُ يَذْكُرُ فِي الثِّقَاتِ كُلَّ مَجْهُولٍ رَوَى عَنْهُ ثِقَةٌ وَلَمْ يُجَرَّحْ، وَلَمْ

يَكُنِ الْحَدِيثُ الَّذِي يَرْوِيهِ مُنْكَرًا، انتهى

فانظر ان ایوب الانصاری مع کونہ مجہول الحال مستورا ذکرہ ابن حبان فی الثقات لانہ ممن یجرح وکذا ذکرا ابن حبان جماعۃ من المستورین فی الثقات لان مسلکہ مشعر بعدالۃ من لم یجرح کعبداللہ بن قیس الراوی عن الحارث ابن اقیس وہو مجہول وذکرہ ابن حبان فی الثقات (5/42) فہکذا حوثرۃ بن اشرس البصری ماضعف لکن لم یوثقہ احد من ائمۃ الجرح والتعدیل وانما ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات علی قاعدہ من انہ یذکر فی الثقات کل مجہول روی عنہ ثقہ ولم یجرح فحوثرہ ثقہ عندا بن حبان و مجہول الحال و مستور عندا لجمہور وہ قد غلط ووہم فی ہذہ الروایۃ بذکر لفظ السماع فان علی بن المدینی وابا زرعۃ والترمذی وابن ابی حاتم والبزار وامثالہم الذین خلقوا لنقد الاحادیث والرجال لایخفی علی ہولاء والنقاد مثل ہذہ الروایۃ المشعرۃ بالسماع ومع کونہم قد بالغوفی انکار سماع الحسن من علی فکیف یجتمع علی اثبات السماع من مثل ہذہ الروایۃ

تیسری قسم یعنی بیعت ارادت محض امور مباح سے ہے سنت یا واجب یا فرض نہیں ہے۔ اگرچہ اس مقصد کےلیے بیعت کرنے کی نظیر عہد رسالت وزمانہ خلافت راشدہ میں اور نہ بعد کے قرون خیر میں ملتی ہے کیوں کہ قرون مشہور دلہا بالخیر میں مقامات عرفان اور منازل احسان کے حصول کےلیے بیعت کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ جیسا کہ گزر چکا بیعت کی اقسام خمسہ ضرور موجود تھیں لیکن اس بیعت ارادت کو بدعت وضلالت کہنا محل تامل ہے۔

بہرکیف ہمارے نزدیک اخلاص نیت اور آں حضرت ﷺ دورد وسلام کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کرنا اصلاح باطن کےلیے کافی ہوسکتا ہے۔ مگر اگر کسی کامل شیخ کی صحبت نصیب ہوجائے تو اس کی صحبت اصلاح حال اور تطہیر باطن میں بہت مدومعاون ہوجائے گی۔

اصل عمل صالح اور تقوی وخشیت الہی ہے اور انسان جب متقی ہوجاتا ہے تو عرفان واحسنان کے مقامات بقدر مقدر اس کے خود بخود حاصل ہوجاتے ہیں کیوں کہ یہ سب ثمرات و نتائج ہیں اعمال صالحہ کے نہ نفس اعمال و مطلوب شارع۔

تصوزف اور صوفی کی حقیقت اور رسمی صوفیوں کے مروجہ محدثہ مراسم ومکائد کلیے تلبیس ابلیس لاابن الجوزی بڑھئے اور بیعت سے متعلق مفید بحث رسالہ بیعت للعلامہ سلامت اللہ الجیراج فوری میں ملاحظہ کیجئے۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔ کتاب الإمارة

صفحہ نمبر 425

محدث فتویٰ